ضابطہ فوجداری کی منتخب دفعات کا شرعی اصولوں کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ

سلطان احمد*

ڈاکٹر شمس البصر**

This is a reality that Islam gives us a complete code of life and we can benefit ourselves from the guidance of Islam in every walk of life. Our religion gives us a complete judicial system, which ensures the peace and the honour of society. It defines the rights and duties of the people and determines their obligations in this regard. There are two types of law, the substantative law and the procedural law. A perfect and right procedure is necessary so that the people may have their rights and criminals may get due punishments. The procedure must be under the spirit of law. This article deals with some selected sections of The Criminal Procedure Code. We cannot get the direct advantage from law unless we form a judicial procedure. Because the implementation of law is assured through the courts through a proper judicial procedure. The more effective the rules and regulations of this procedure are, the more powerful and solid the judicial system will be. Through a proper procedure we can implement the law in its true spirit.

دین اسلام ہمیں ایک مکمل ضابطۂ حیات فراہم کرتا ہے ہم اس کی پاکیزہ اور بے مثال تعلیمات سے بہرہ ور ہو کر زندگی کے ہر شعبے میں کامیاب وکامران ہو سکتے ہیں۔ انسانی زندگی کے ایک اہم پہلو یعنی شعبۂ عدل وانصاف کے لئے بھی اسلام نے مکمل رہنمائی فراہم کی ہے جو انسانیت کی فلاح کی ضامن ہے اور معاشرے میں پائیدار قیام امن کو یقینی بنانے کی ضمانت بھی مہیا کرتی ہے۔ اس کے ساتھ یہ نظام انسان دوست اور امن دوست ہے۔ دُنیا کا دیگر کوئی بھی مذہب اس معاملے میں اسلام کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ یہ نظام انسانوں کے حقوق وفرائض کی نہ صرف مکمل تفصیلات بیان کرتا ہے بلکہ انسانوں کو حقوق کے حصول اور فرائض کی ادائیگی کا سلیقہ بھی سکھلاتا ہے۔ یہ نظام عدالتوں کے ذریعے عمل میں لایا جاتا ہے۔ لہٰذا عدالتیں مختلف مقدمات کی سماعت کرتی ہیں اور پھر اپنے فیصلے صادر کرتی ہیں تاکہ لوگوں کو ان کے حقوق دلائے جا سکیں۔ عدالتیں مظلوم کی دادرسی اور ظالم کو سزائیں بھی دیتی ہیں تاکہ معاشرتی توازن مستحکم وپائیدار ہو۔ قانون کتنا ہی شاندار کیوں نہ ہو، جب تک اس کی اصل روح کے مطابق عدالتی طریق کار (Judicial Procedure) موجود نہ ہوگا، اس

* پی ایچ ڈی سکالر، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور۔

** سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا۔

پر کما حقہ عملدرآمد نہیں ہو سکے گا۔ لہٰذا Procedural Law کی اہمیت سے انکار کرنا ممکن نہیں۔

زیرِ نظر مضمون میں پاکستان میں مروج ضابطہ فوجداری (The Criminal Procedure Code) کی چند دفعات کا شرعی اصولوں کی روشنی میں مطالعہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ حکومتی وعدالتی حکام کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جا سکے اور اسلامی عدالتی نظام سے بہرہ یاب ہونے کی طرف رغبت دلائی جائے تاکہ انسانیت کے دکھوں کا مداوا ہو سکے اور معاشرے میں امن وسکون قائم ہو۔ راقم کا مفصل ومبسوط انداز میں تمام دفعات پر تحقیقی کام کرنے کا ارادہ ہے مگر مضمون کے دامن میں اتنی گنجائش نہیں لہٰذا فی الوقت مضمون کی گنجائش کے مطابق چند دفعات کا تحقیقی مطالعہ کیا گیا ہے۔ مقالہ ہٰذا میں اگرچہ کریمنل پروسیجر کی دفعات نمبر 1 تا 58 کا بھی جائزہ لیا جانا چاہئے تھا لیکن فی الحال یہ ہمارے موضوع سے خارج ہیں، ان پر کسی اور وقت بحث کی جائیگی۔

دفعہ نمبر 59 (1) میں یہ درج ہے کہ کوئی بھی شخص کسی ایسے شخص کو گرفتار کر سکتا ہے جو ناقابل ضمانت یا قابل دست اندازی پولیس جرم کا ارتکاب کرے تاکہ اسے فوراً قانون کے حوالے کیا جا سکے اور عدالت میں مقدمے کی سماعت کر کے سزا جاری کی جا سکے۔

اسلامی نقطۂ نگاہ: اسلامی تعلیمات میں بھی اس عمل کی گنجائش موجود ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

> من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان (1)
>
> ''تم میں سے جو بُرائی دیکھے وہ اُسے ہاتھ سے مٹائے، اگر اس کی طاقت نہیں ہے تو زبان سے روکے، اگر اس کی استطاعت نہیں ہے تو دل سے بُرا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے''۔

اسلام بُرائی کو ابتداء ہی میں ختم کرنے کا حکم دیتا ہے تاکہ معاشرے میں نہ پھیل سکے اور معاشرہ فساد سے محفوظ رہے۔ مندرجہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ہمیں بُرائی کے انسداد کا حکم ہے اور مرتکب جرم کو گرفتار کر کے متعلقہ حکام کے سامنے پیش کرنا بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے، لہٰذا ہر شہری کو اس کی ہمہ وقت اجازت ہے۔ اشتہاری مجرم کے بارے میں حضرت عمر فاروقؓ کا تعامل موجود ہے کہ اسے ہر شخص گرفتار کر سکتا ہے۔ آپؓ نے قاتل غلام لونڈی کے بارے میں فرمایا تھا کہ انہیں کوئی پناہ نہ دے، جسے جہاں ملیں پکڑ کر لے آئے تاکہ انہیں سزا دی جا سکے۔

لہٰذا مرتکب جرم شخص کو کوئی بھی مسلمان شہری گرفتار کر سکتا ہے۔

تجویز: اس شق میں کوئی بات خلاف اسلام معلوم نہیں ہوتی، لہٰذا ترمیم کی ضرورت نہیں ہے۔

دفعہ نمبر 73 میں مذکور ہے کہ اگر مدعا علیہ دوسرے شہر میں رہائش پذیر ہے تو اس کی طلبی کے ضمن اس علاقے کے حاکم کو بھیجے جائیں۔ جہاں وہ شخص رہتا ہو۔

اسلامی نقطۂ نگاہ: فقہائے اسلام نے اس بارے میں مکمل رہنمائی کی ہے، چنانچہ اس بارے میں ابن مازہ بخاریؒ لکھتے ہیں: قاضی مدعی کو اپنی کوئی علامت دے کر بھیجے۔ مدعی یہ علامت مدعا علیہ کو دکھائے اور دو گواہ بنا لے اگر وہ حاضر ہو جائے تو ٹھیک ہے (ورنہ یہ گواہ اس کے انکار کی گواہی دے) (2) جب مدعا علیہ کے بارے میں مدعی اس کے عدالت میں پیش نہ ہونے کے گواہ قاضی کے ہاں عدالت میں پیش کر دے تو قاضی مدعا علیہ کو عدالت میں پیش کرنے کیلئے حاکم (افسر علاقہ) کو لکھے، اس سے لوگوں کو حقوق مل جائینگے، کیونکہ حاکم کو لوگوں کے حقوق دلوانے کیلئے متعین کیا گیا ہے، لہٰذا قاضی اس سلسلے میں حاکم (افسر علاقہ) کا تعاون حاصل کرے۔ (3)

مندرجہ بالا سطور سے واضح ہوا کہ قاضی یا جج اپنی مقامی حدود سے باہر رہنے والے شخص کی گرفتاری کے سلسلے میں اس علاقے کے افسر کا تعاون حاصل کر سکتا ہے۔

تبصرہ تجویز: اس دفعہ میں کوئی بات اسلامی تعلیمات کے خلاف نہیں ہے۔ لہٰذا ترمیم کی ضرورت نہیں۔

دفعہ نمبر 80 میں کہا گیا ہے کہ جسے گرفتار کیا جا رہا ہے اس کی خواہش پر اسے وارنٹ دکھایا جا سکتا ہے۔

اسلامی نقطۂ نگاہ: اسلامی نظام عدالت میں بھی اس کی گنجائش موجود ہے۔ ابن مازہ بخاریؒ لکھتے ہیں کہ قاضی مدعی کو اپنی طرف سے کوئی علامت دے دے، جسے وہ مدعا علیہ (مطلوبہ شخص کو جا کر اسے دکھائے اور اس پر کسی کو گواہ بنائے۔ (4) وہ علامت کیسی ہونی چاہئے۔ اس سلسلے میں خصافؒ لکھتے ہیں:

> ''قاضی سعید بن اشوع کی انگوٹھی پر لکھا ہوا تھا: ''قاضی سعید بن اشوع کو جواب دیجئے'' اس لئے یہ رواج چل پڑا ہے کہ مدعا علیہ کو طلب کرنے کیلئے بعض قاضی اس کے پاس اپنی انگوٹھی بھیجتے ہیں، بعض مٹی کا برتن اور بعض کاغذ کا ایک ٹکڑا''۔ (5)

مندرجہ بالا سطور سے پتہ چلا کہ مطلوبہ شخص جسے عدالت میں طلب کیا جا رہا ہے یا گرفتار کیا جا رہا ہے۔ عدالت کی طرف سے حکمنامہ اس کی خواہش پر اسے دکھایا جا سکتا ہے۔

تبصرہ/تجویز: مندرجہ بالا دفعہ میں کوئی بات اسلامی اصولوں کے خلاف معلوم نہیں ہوتی، لہٰذا تبصرہ کی ضرورت

نہیں۔

دفعہ نمبر 87 میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی عدالت کو کوئی شخص مطلوب ہے اور اس کے خلاف وارنٹ جاری کردے، لیکن وہ شخص مفرور یا روپوش ہو جائے تو عدالت مجاز ہے کہ اسے حاضر کرنے کیلئے تحریری اعلان شائع کردے اور حاضری کی مدت مقرر کردے۔

اسلامی نقطۂ نگاہ: اسلامی عدالتی نظام میں بھی اس کا جواز ملتا ہے۔ ابن مازہ بخاریؒ لکھتے ہیں:

> ''مدعی جب اپنا ثبوت پیش کردے تو قاضی ایک آدمی کو اس کے فریق مخالف کو (عدالت میں) حاضر کرنے کی ہدایت کرے''۔(6)

وہ مزید لکھتے ہیں:

> ''بعض کہتے ہیں کہ قاضی مدعی سے قسم لے، اگر وہ قسم کھالے تو قاضی ایک شخص کو اس کے فریق مخالف کو (عدالت میں) حاضر کرنے کا حکم دے''۔(7)

مندرجہ بالا سطور سے واضح ہوا کہ مفرور یا روپوش شخص کو حاضر عدالت کرنے کیلئے حکم جاری کرسکتی ہے۔ یہ قاضی کی صوابدید ہے کہ وہ زبانی حکم دے یا تحریری صورت میں یہ اعلان شائع کرے۔ بہرحال اسلامی نظام عدالت میں اس کی گنجائش ہے۔

2) ایسا اعلان درج ذیل طریقے کے مطابق شائع کیا جائے گا۔

الف) اس قصبہ یا موضع کے کسی نمایاں مقام پر اعلانیہ سنایا جائیگا، جہاں ویسا شخص عموماً سکونت رکھتا ہو۔

ب) اس مکان یا مسکن کی کسی نمایاں جگہ پر، جس میں کہ ویسا شخص عموماً رہتا ہو، یا ویسے قصبہ یا کسی نمایاں مقام پر چسپاں کیا جائے گا اور

ج) اس کی ایک نقل کچہری کی عمارت کی کسی نمایاں جگہ پر چسپاں کی جائیگی۔

3) عدالت جاری کنندہ اعلان کا تحریری بیان اس بارے میں کہ اشتہار حسب ضابطہ ایک مقررہ تاریخ پر مشتہر کیا گیا، اس بات کی قطعی شہادت ہوگا کہ احکام دفعہ ہذا کی تعمیل ہوگئی اور یہ کہ ویسی تاریخ پر اعلان مشتہر کیا گیا۔

تجویز/ترمیم: مذکورہ دفعہ میں کوئی بات اسلامی اصولوں کے خلاف دکھائی نہیں دیتی، لہٰذا ترمیم کی ضرورت نہیں

http://www.alqalamjournalpu.com/

ہے۔

دفعہ نمبر 88 میں کہا گیا ہے کہ عدالت مفرور شخص کی جائیداد کی قرقی کر سکتی ہے۔ جائیداد کی قرقی پر بحث کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کی لغوی و اصطلاحی وضاحت بیان کر دی جائے۔

قرق اور قرقی ترکی زبان کا لفظ ہے اور اُردو میں بھی مستعمل ہے، اس کے لغوی معنی ہیں۔ ضبطی، ممانعت، بندش۔ (8)

اسے انگریزی میں Attachment کہتے ہیں۔ شارٹر آکسفورڈ انگلش ڈکشنری میں ہے:

Attachment: "The taking of property into the actual or constructive possession of the judiciary power". (9)

ایڈوانس لرنرز انسائیکلو پیڈک ڈکشنری میں ہے:

Attach: (Law) seizing somebody's property etc with legal authority. (10)

Webster نیو کالج ڈکشنری میں ہے:

A seizure by legal process; also: the write or precept commanding such seizure. (11)

"Wharton's Law Lexicon" میں ہے:

"To take or apprehend by commandment or a writ or precept". (12)

کسی شخص یا جائیداد کو قانونی تحویل یا قبضہ میں لینا قرقی یا ضبطی کہلاتا ہے۔ (13)

یہ قرقی کا عمل ایسے شخص کے خلاف کیا جاتا ہے جس کے خلاف وارنٹ جاری کیا جا چکا ہو اور وہ گرفتاری سے بچتا پھرے، یہ عمل کس لئے کیا جاتا ہے اس بارے میں مظہر نظامی لکھتے ہیں:

"This provision is devised to put additional pressure upon the absconder to compel him to obedience".(14)

وہ مزید لکھتے ہیں:

"It means that the property passes under the absolute control of Government to dispose of, or deal with it, in whatever manner might seem most appropriate and convenient".(15)

اسلامی نکتۂ نگاہ: مندرجہ بالا سطور میں قرقی کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بھی اس کی اجازت ہے۔ زہریؒ کہتے ہیں:

ان معاذ بن جبلؓ کان علیه دین فاخرجه النبی ﷺ من ماله لغرمائه (16)

''حضرت معاذؓ کے ذمہ قرض تھا،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرض خواہوں کے حق میں انہیں ان کے مال سے بے دخل کر دیا''۔

ابن مازہ بخاریؒ کہتے ہیں کہ خصافؒ نے یہ حدیث ایسے ہی بیان کی ہے۔بعض روایات میں یہ حدیث یوں آئی ہے۔

ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم باع علی معاذؓ مالہ وصرف ثمنہ الی الغرماء(17)

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذؓ کا مال فروخت کرا دیا اور اس کی قیمت ان کے قرض خواہوں کے حوالے کر دی''۔

امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں:

اسکی تاویل یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذؓ کی رضامندی اور درخواست پر مال فروخت فرمایا تھا۔(18)

کعب بن مالکؓ سے روایت ہے:

حجر علی معاذ و باع مالہ فی دین کان علیہ (19)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذؓ پر (تصرف مال کی) پابندی لگادی اور ان کا مال اس قرض میں فروخت کر دیا جو ان کے ذمہ تھا''۔

صاحبینؒ نے دو مسئلوں میں اس حدیث کو حجت بنایا ہے، پہلا یہ کہ آزاد شخص پر تصرف مال کی پابندی لگانا جائز ہے۔دوسرا یہ کہ مقروض کا مال فروخت کیا جا سکتا ہے۔امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت معاذؓ کو مال میں تصرف سے روک دیا تھا، یہ مطلب نہیں کہ ان سے تصرف کا حق بھی ساقط کر دیا تھا،اور بیع حضرت معاذؓ کی رضامندی سے ہوئی تھی۔(20)

حضرت عمرؓ کے دور میں اسیفع جہینہ قرض سے مغلوب ہو گیا تو حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا:

فمن کان لہ علیہ شیئی فلیاتنا حتی نقسم مالہ بینھم (21)

''اگر کسی شخص کی کوئی چیز اس کے ذمہ ہو تو وہ ہمارے پاس آئے تاکہ ہم اس کا مال ان میں تقسیم کر سکیں''۔

قاضی شریحؒ کے بارے میں مروی ہے:

انہ کان یبیع ما فوق الازار (22)

''وہ تہبند کو چھوڑ کر باقی سارا سامان فروخت کر دیتے تھے''۔

مندرجہ بالا احادیث وآثار سے واضح ہوا کہ مقروض کی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ یا اس کا مال واسباب فروخت کر کے قرض خواہوں کا قرض ادا کیا جائے اور حقوق ضائع ہونے سے بچائے جائیں۔

تجویز/ترمیم: مذکورہ دفعہ میں کوئی بات اسلامی تعلیمات کے خلاف معلوم نہیں ہوتی، لہٰذا ترمیم کی ضرورت نہیں۔

دفعہ نمبر 96 میں مذکور ہے کہ جب عدالت یہ یقین کرنے کی وجہ رکھتی ہو کہ فلاں شخص دوران مقدمہ عدالت میں پیش کی جانیوالی کسی چیز یا دستاویز پیش نہ کریگا اور اس کارروائی کے مقاصد عام تلاشی سے حاصل ہوں گے تو عدالت تلاشی کا وارنٹ جاری کر سکتی ہے۔

اسلامی نقطۂ نگاہ: کسی ایسے مقام کی تلاشی کے احکامات یا وارنٹ تلاشی جاری کرنے کا جواز اسلامی نظام عدالت میں بھی ہے تاکہ مقدمے کی کارروائی ہر طرح کی شہادتوں اور دستاویز کی مدد سے مکمل کی جائے اور کوئی ابہام باقی نہ رہے۔

اس بارے میں ابن مازہؒ لکھتے ہیں کہ ایک شخص کا کسی کے ذمہ کوئی قرضہ ہے اور وہ اپنے گھر میں چھپ گیا ہے، قاضی کو بھی اس کا علم ہے تو قاضی اپنے دو قابل اعتماد آدمیوں، عورتوں اور خدام کی ایک جماعت اور چند مددگاروں کو وہاں بھیجے۔ مرد دروازہ پر کھڑے ہو جائیں اور عورتیں بغیر اجازت لئے اندر داخل ہو جائیں اور گھر کی عورتوں کو آگاہ کریں، پھر مرد داخل ہو جائیں اور گھر کی تلاشی شروع کر دیں، مدعا علیہ نہ ملے تو عورتوں سے کہیں کہ مدعا علیہ کی عورتوں کے درمیان اسے تلاش کریں۔ ممکن ہے وہ ان میں چھپا ہوا ہو۔ (23)

اسلامی نظریاتی کونسل کی رائے: اس دفعہ کے ضمن میں نظریاتی کونسل کی یہ رائے ہے۔

تجویز: ذیلی دفعہ (2) میں مستعمل الفاظ ''ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ'' کو ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج سے بدل دیا جائے اور مجسٹریٹ کے ساتھ جوڈیشل کا اضافہ کیا جائے۔ اس لئے کہ عدلیہ کو انتظامیہ سے پہلے ہی الگ کیا جا چکا ہے، لہٰذا یہاں عدلیہ کے عہدیداران ہونے کی مناسبت سے الفاظ لکھنا مناسب ہوگا۔ (24)

وضاحت: دفعات 138، 139 میں کہا گیا ہے کہ مجسٹریٹ کسی فریق کی درخواست پر جیوری مقرر کرے اور جیوری اس کے حکم کی توثیق کر دے تو وہ اسے قطعی کر دے گا۔

اسلامی نقطۂ نگاہ:

1) اس بارے میں ہمیں عمر فاروقؓ کے طرز عمل سے رہنمائی ملتی ہے، جب ان کے پاس کوئی مقدمہ لایا

جاتا تو وہ فرماتے:

ادعو الی علیا وادعو الی زید بن ابی کعبؓ فکان لیستشیرھم ثم یفعل بما اتفقوا علیه (25)

''میرے پاس علیؓ اور زید بن ابی کعبؓ کو بلا لاؤ، پھر ان سے مشورہ کرتے اور جس پر وہ متفق ہو جاتے فیصلہ کر دیتے''۔

2) اس سلسلے میں ہمیں حضرت عثمان غنیؓ کے طرزِ عمل سے بھی رہنمائی ملتی ہے۔ عبدالرحمٰن بن سعیدؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان غنیؓ کو مسجد میں بیٹھے ہوئے دیکھا، دو آدمی ایک مقدمہ لائے، آپؓ نے ایک سے کہا کہ حضرت علیؓ کو بلا لاؤ، دوسرے کو فرمایا کہ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ اور صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کو بلا لاؤ، جب وہ سب آ گئے تو انہیں فرمایا کہ مدعا بیان کرو۔ جب دونوں بیان کر چکے تو صحابہ کرامؓ کی مجلس سے پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ ان حضرات کی رائے آپؓ کے موافق تھی، لہٰذا فیصلہ کر دیا اور نافذ بھی کر دیا، چنانچہ وہ دونوں فیصلہ مان کر واپس چلے گئے۔ (26)

مندرجہ بالا سطور سے حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ کی جیوری سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی نظام عدالت میں جیوری کا جواز موجود ہے۔

تجویز/ترمیم: ان دفعات میں کوئی بات اسلامی تعلیمات کے خلاف دکھائی نہیں دیتی، لہٰذا ترمیم کی ضرورت نہیں۔

دفعہ نمبر 148 کی شق نمبر 1 میں مذکور ہے کہ لوکل انکوائری میں تحقیقات کیلئے سیشن جج کسی ماتحت مجسٹریٹ کو مقرر کر سکتا ہے۔

اسلامی نقطۂ نگاہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے ہمیں اس بارے میں رہنمائی ملتی ہے کہ سیشن جج یا قاضی مدد کیلئے اپنے نائب کو کام سونپ سکتا ہے جیسا کہ مدینے کی حد تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورا عدالتی کام خود انجام دیتے تھے لیکن جب اسلامی عملداری میں وسعت ہو کر انتظامی کام بڑھ گیا تو مدینے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند مفتی (قاضی) مقرر فرما دیئے تھے۔ (27) واضح رہے کہ صدر اول میں قاضی کو مفتی ہی کہتے تھے۔ (28) یہی طرزِ عمل خلفائے راشدینؓ کے ادوار میں بھی رہا۔ (29)

درج بالا سطور سے واضح ہوا کہ سیشن جج اپنی مدد آپ کیلئے کسی ماتحت کو کچھ ذمہ داری سونپ سکتا ہے۔

تبصرہ/ترمیم: مذکورہ دفعہ میں کوئی بات اسلامی اصولوں کیخلاف دکھائی نہیں دیتی، لہٰذا اس میں ترمیم کی ضرورت

http://www.alqalamjournalpu.com/

نہیں ہے۔

دفعہ نمبر 150 میں کہا گیا ہے کہ اگر پولیس کو کسی شخص کے ارتکاب جرم کی نیت کے بارے میں اطلاع ملے تو ذمہ دار پولیس افسر اس کے انسداد کیلئے کارروائی کرے گا۔

اسلامی نکتۂ نگاہ: اسلامی حکومتوں میں محتسب جرائم کے انسداد کیلئے کارروائی کرتا تھا لیکن پاکستان میں یہ اختیارات پولیس کو دے دیئے گئے ہیں۔ لہٰذا اب یہ کام پولیس کی ذمہ داری ہے۔ اسلامی حوالے سے اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

"محتسب کو صرف شبہ کی بنیاد پر کسی کے خلاف کارروائی کرنے یا کھوج لگا کر جرائم کا پتہ لگانے کی اجازت نہیں لیکن اگر ایسی صورت ہو کہ کچھ لوگ جرم کرنے پر تلے بیٹھے ہوں اور محتسب کے پاس یہ باور کرنے کے خاصے مضبوط وجوہ موجود ہوں کہ فلاں شخص یا اشخاص جرم کریں گے تو وہ اقدام کر کے کھوج لگا سکتا ہے اور مجرمین کو جرم کرنے سے روک سکتا ہے"۔ (30)

مندرجہ بالا سطور سے واضح ہوا کہ جرم کی اطلاع ملنے پر اس کے ارکاب سے پہلے ہی انسداد کیلئے کارروائی کی جاسکتی ہے تا کہ معاشرے سے دفع شر کیا جا سکے۔

تجویز/ترمیم: مذکورہ دفعہ میں کوئی بات اسلامی اصولوں کے خلاف دکھائی نہیں دیتی، لہٰذا اس میں ترمیم کی ضرورت نہیں ہے۔

دفعہ نمبر 164 میں مذکور ہے کہ مجسٹریٹ ملزم کا ایسا بیان یا اقبال قلمبند کرے، جو اس کے روبرو دیا جائے۔ پھر وہ بیان ملزم کو پڑھ کر سنایا اور سمجھایا جائے۔ وہ اس پر دستخط کرے، پھر مجسٹریٹ دستخط کر کے مجاز عدالت کو ارسال کر دے۔

اسلامی نکتۂ نگاہ: اسلامی نظام قضاء میں یہ طریق کار پہلے سے موجود ہے۔ ابن مازہ بخاریؒ لکھتے ہیں کہ مقدمہ کی کارروائی کو تحریر کرنے کیلئے رجسٹر کے موجد ابن شبرمہ ہیں، انہوں نے رجسٹر میں دعویٰ اور مقدمہ کی کارروائی لکھنا شروع کیا تا کہ معاملہ آسان ہو جائے، اب بھی قاضی اس پر عمل پیرا ہیں اور کسی نے اسے ترک نہیں کیا۔ (31) سرخسیؒ لکھتے ہیں کہ فریقین مقدمہ اور گواہوں کے بیانات میں قاضی نام، ولدیت، پورا پتہ، عمر اور بقدر ضرورت حلیہ بھی درج کرے تا کہ شہادت کا مکمل ریکارڈ محفوظ رہے۔ (32) ہر بیان علیحدہ علیحدہ سفید کاغذ پر لکھا جائے، بیان مکمل ہو جانے کے بعد فرد بیان بیان دینے والے کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ وہ اسے پڑھ لے اور دستخط کر دے، اس کے نیچے قاضی توثیقی دستخط کر دے۔ (33)

مندرجہ بالا سطور میں فریق مقدمہ اور گواہوں کا بیان درج کرنے کا مکمل ضابطہ فقہائے اسلام نے پہلے ہی بیان کر دیا ہے جو ضابطہ فوجداری سے نہ صرف متقدم ہے بلکہ زیادہ جامع بھی معلوم ہوتا ہے۔

تجویز/ترمیم: مذکورہ دفعہ میں کوئی بات اسلامی اصولوں کیخلاف دکھائی نہیں دیتی۔ لہٰذا ترمیم کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

وضاحت: دفعہ نمبر 200 میں کہا گیا ہے کہ کوئی مجسٹریٹ جو کسی جرم کے خلاف استغاثہ کرنے والے کا بیان حلف پر لے اس کا خلاصہ لکھ کر خود بھی دستخط کرے اور مستغیث سے بھی دستخط کرالے۔

اسلامی نکتۂ نگاہ: اسلامی نظام عدالت میں دعویٰ کرتے وقت مدعی کا حلف دینا ضروری نہیں ہے بلکہ حلف مدعا علیہ کی ذمہ داری ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

البینہ علی المدعی والیمین علی المدّعیٰ علیہ (34)

''مدعی کے ذمہ ثبوت اور مدعا علیہ کے ذمہ قسم ہے''۔

لہٰذا ثبوت (بینہ) کا مدعی کی دلیل اور قسم کا مدعا علیہ کی دلیل ہونا اپنی اپنی جگہ بالکل درست ہے اور حکمت و معقولیت کے عین مطابق ہے۔ (35)

کاسانیؒ مزید لکھتے ہیں کہ ہمارے علاقہ میں عرف یہ ہے کہ دعویٰ دائر کرنے سے قبل تحریری صورت میں مرتب کر کے عدالت میں جمع کرا دیا جائے۔ (36)

اسلامی نظام عدالت میں دعویٰ دائر کرنے کیلئے خاص عبارت یا خاص الفاظ نہیں ہیں بلکہ وہ عبارت جو دعویٰ کی تعریف کے تحت آتی ہو، وہ دعویٰ بن سکتی ہے، اس میں مدعی اور مدعا علیہ کا واضح ذکر ہونا چاہئے، تاکہ فریقین مقدمہ کا تعین ہو سکے اور سماعت مقدمہ کا آغاز ہو سکے۔

تجویز/ترمیم: درج بالا دفعہ میں دعویٰ دائر کرتے وقت مستغیث سے حلف لینا شرعی طور پر غیر ضروری ہے، لہٰذا اس دفعہ سے مدعی سے بوقت دعویٰ حلف لینے کو حذف کیا جائے تاکہ مدعی بغیر کسی ذہنی دباؤ کے عدالت آسکے اور اسے انصاف مل سکے۔ نیز موجودہ ضابطہ کے مقابلہ میں اسلامی طریق دعویٰ سادہ اور آسان دکھائی دیتا ہے، لہٰذا اس پر عمل کیا جانا چاہئے۔

وضاحت: دفعہ نمبر 366 میں مذکور ہے کہ عدالت میں پیش ہونیوالے ہر مقدمے کا فیصلہ کیا جائے گا۔

اسلامی نکتۂ نگاہ: فیصلے کے بارے میں فقہاء اسلام نے درج ذیل تصریحات کی ہیں:

اگر مدعی مطالبہ کرے تو جج فیصلہ پڑھ کر سنائے گا۔ ملزم بوقت فیصلہ حاضر کیا جائے گا، حراست میں

نہ ہو تو عدالت اس کی حاضری کا حکم دے گی۔ عدالت ذاتی حاضری معاف کر دے تو وکیل کی حاضری میں فیصلہ سنایا جا سکتا ہے۔ اگر دوسرا فریق حاضر عدالت نہ ہو سکا اور فیصلہ سنا دیا تو فیصلہ ٹھیک ہوگا۔ کسی فریق کی عدم حاضری سے باطل نہ ہوگا۔

''جب گواہیاں سن لی گئیں اور مقدمہ کی سماعت میں سے کوئی چیز باقی نہ ہو تو قاضی پر واجب ہے کہ وہ اپنے فیصلے کا اعلان کر دے''۔(37)

2) فیصلہ کے بارے میں''مجلّہ احکام عدلیہ''میں یہ تفصیلات درج ہیں:

فیصلہ کے وقت طرفین مقدمہ کا اجلاس پر حاضر ہونا ضروری ہے، یعنی عدالتی کارروائی کی تکمیل کے بعد جب فیصلہ سنایا جائے گا، اس وقت طرفین کا حاضر ہونا لازمی ہے لیکن اگر کسی نے دعویٰ کیا ہو اور مدعا علیہ نے اقرار کر لیا ہے، اس کے بعد حاکم کے حکم دینے کے وقت اگر مدعا علیہ موجود نہ ہو تو حاکم اس کے اقرار کی بناء پر اس کی عدم موجودگی میں بھی فیصلہ سنا سکتا ہے۔ اسی طرح اگر مدعا علیہ نے انکار کیا ہے اور مدعی نے دلائل وشواہد پیش کر دیئے، اس کے بعد مدعا علیہ شواہد کی تنقیح اور فیصلہ سے قبل غیر حاضر ہو جائے تو حاکم اس کی عدم موجودگی میں فیصلہ دے دے گا۔(38)

اسی طرح مدعا علیہ کے وکیل کی موجودگی میں مدعی نے جو شواہد پیش کئے ہیں، ان کی بناء پر مدعا علیہ کے خلاف فیصلہ سنایا جا سکتا ہے اور اسی طرح اس کے برعکس جو دلائل وشواہد مدعا علیہ کے سامنے پیش ہو چکے ہیں، ان کی بناء پر مدعا علیہ کے وکیل کی موجودگی میں حاکم فیصلہ دے سکتا ہے۔(39)

اسی طرح حاکم کی طرف سے مدعا علیہ کو طلب کیا جائیگا، اگر مدعا علیہ عدالت میں حاضری یا اپنے وکیل کے بھیجنے سے پہلوتہی اختیار کرے تو اسے جبراً حاضر عدالت کیا جائے گا۔(40)

مندرجہ بالا سطور سے واضح ہوتا ہے کہ فقہائے اسلام نے اسلام کے عدالتی نظام کی مکمل تفصیلات پہلے ہی بیان کر دی ہیں اور شریعت کے احکام کو بالکل واضح کر دیا ہے تاکہ اس نظام سے کماحقہ استفادہ کیا جا سکے۔

تجویز/ترمیم: اس دفعہ میں کوئی بات اسلامی تعلیمات کے خلاف معلوم نہیں ہوتی، لہٰذا اس میں ترمیم کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

وضاحت: اس دفعہ میں کہا گیا ہے کہ جب کسی شخص کو سزائے موت دی جائے تو ہدایت کی جائے کہ اسے گردن سے لٹکایا جائے حتیٰ کہ اس کا دم نکل جائے۔

اسلامی نقطۂ نگاہ: اسلام میں کسی انسان کو گردن سے لٹکا کر مار دینا انسانیت کے شرف و بزرگی کے خلاف ہے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (41)

''اور ہم نے بنی آدم کو عزت دی ہے''۔

لہٰذا اگر کسی کی جان لینی ہی پڑے تو احسن طریقہ سے لی جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے:

ان اللہ تعالیٰ کتب الاحسان علی کل شی فاذا قتلتم فاحسنوا القتلۃ واذا ذبحتم فاحسنوا الذبحۃ ولیحد احدکم شفرتہ، ولیرح ذبیحتہ (42)

''اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان فرض کیا ہے، پس کسی کو قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب جانور ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، ذبح کرنے والا چھری تیز کرے اور ذبیحہ کو راحت دے''۔

اس حدیث کی روشنی میں ڈاکٹر احمد فتحی لکھتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سلیقہ سے قتل کرنے اور حلال جانوروں کو بوقت ذبح راحت پہنچانے کا حکم دیا ہے تو انسان جو کہ نہایت شرف و احترام رکھتا ہے اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ (43)

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے:

لا قود الا بالسیف (44)

''قصاص نہیں ہے مگر تلوار کے ذریعے''۔

ایک روایت میں ہے:

لا قود الا بالحدید (45)

''قصاص نہیں ہے مگر لوہے کے ذریعے''۔

ایک روایت میں ہے:

لا قود الا بالسلاح (46)

''قصاص نہیں ہے مگر ہتھیار کے ذریعے''۔

سیوطیؒ کہتے ہیں کہ مجرم کی گردن پر تیز تلوار سے وار کیا جائے، کند یا زہر آلود تلوار استعمال نہ کی جائے۔ (47)

فقہائے کرامؒ کہتے ہیں کہ قصاص لینے کے لئے سب سے موثر آلہ تلوار ہے، قصاص لینے میں تلوار اور مہلک ہتھیار کی تخصیص سے واضح ہوتا ہے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقصد جرم کرنے والے کو ایذا پہنچانا نہیں ہے بلکہ جرم کی سزا میں قتل کر کے دوسروں کو عبرت دلانا ہے۔ (48)

نیز تلوار سے قتل کرنے میں قتل یقینی ہوتا ہے، ایک لمحہ میں گردن کٹی اور روح کا تعلق جسم سے جدا ہو گیا، کسی دوسری چیز سے قتل کرنے میں قتل اتنا یقینی اور آسان نہیں ہوتا۔ (49)

جصاصؒ کہتے ہیں کہ قصاص سے مراد ہر ممکن آسان طریقے سے مجرم کی جان کا اتلاف ہے جو کہ تلوار ہی سے ممکن ہے۔ (50)

غزالیؒ اسلام کے فلسفہ جرم وسزا کے بارے میں لکھتے ہیں:

''حصول منفعت اور دفع مضرت مقاصد تخلیق ہیں۔ مخلوقات کی بہتری ان کے مقاصد کے حصول میں ہے۔ مصلحت سے مراد شریعت کے پیش نظر مخلوقات کے پانچ مقاصد ہیں۔ دین، نفس، عقل، نسل اور مال کا تحفظ۔ جو امر ان پانچ مقاصد کی حفاظت کرے وہ اور جو انہیں نقصان پہنچائے وہ مفسدہ ہے، اور اس کو دور کرنا بھی مصلحت ہے''۔ (51)

شاطبیؒ لکھتے ہیں کہ مندرجہ بالا پانچ مصالح انسانی پر تعدی سے تحفظ فراہم کرنا اسلامی جرم وسزا کی اصل روح ہے۔ یعنی مسلم معاشرہ کو ان مقاصد خمسہ پر تعدی کے جرائم سے پاک رکھنا اسلامی نظام حدود و تعزیرات کا حقیقی مقصد ہے۔ (52) کاسانیؒ نے تو واضح طور پر کہہ دیا کہ اسلامی شریعت میں سزا کا مقصد لوگوں کی ایذا رسانی نہیں ہے بلکہ مخلوق خدا کو شریر عناصر سے محفوظ رکھنا ہے۔

الا نذجار عما یتضرر به العباد (53)

اور سزا کا دوسرا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

کی لا تصیر ملکات فیفحش ویستدرج الی ماهوا قبح (54)

''تاکہ انسان میں ایسا ملکہ راسخ نہ ہوتا چلا جائے کہ وہ فحش اور قبیح حرکات کرنے لگے''۔

اسلامی عقوبات کے فلسفہ اور طریق نفاذ کے بارے میں ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

''سزائیں دینے کی طرف سے بطور رحمت اور احسان جاری کی گئی ہیں، لہٰذا سزا دینے والے کیلئے بھی ناگزیر ہے کہ وہ مجرم کو سزا دینے میں احسان اور رحمت ملحوظ رکھے، جیسے باپ اپنے بچے کی تادیب کرتا ہے اور طبیب اپنے مریض کا علاج کرتا ہے''۔ (55)

عبدالقادر عودہؒ اسلامی سزاؤں کا فلسفہ یوں بیان کرتے ہیں:

''عقوبت وہ بدلہ ہے جو شارع (خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نافرمانی کرنے پر اجتماعی مفاد کی خاطر مقرر کیا گیا ہو، جس کا مقصد انسانی معاشرے کی اصلاح، انسانوں کو بُرائیوں سے نجات دلانا، جہالت سے بچانا، گمراہی سے نکالنا، معاصی سے روکنا اور آمادۂ اطاعت کرنا ہے اور اس کے ذریعے اصلاح افراد اور جماعت اور جماعتی نظام کو بحال رکھنا ہے''۔ (56)

جدید اور قدیم فقہائے اسلام کی تصریحات بالا سے واضح ہوا کہ اسلام میں سزاؤں کا مقصد انفرادی طور پر اذیت دینا نہیں ہے بلکہ ان کے ذریعے افراد و معاشرہ کو عبرت دلانا ہوتا ہے اور کسی کو لٹکا کر اس کی جان لینا اذیت ناک موت ہے، جس سے شریعت اسلامیہ کے مطلوبہ مقاصد کما حقہ پورے نہیں ہوتے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی رائے: سزائے موت بذریعہ پھانسی کے بارے میں نظریاتی کونسل کی رائے درج ذیل ہے:

''سزائے موت کے لئے ایسا طریقہ اختیار کیا جانا چاہئے، جس میں تکلیف کم ہو، زیادہ تر اسلامی سزائیں سدِ ذریعہ کے طور پر دی جاتی ہیں، اسلام میں سزاؤں کا مقصد اس شخص کو نشانِ عبرت بنانا نہیں بلکہ جرم کو روکنا ہے''۔

اس بارے میں عبدالقادر عودہؒ کی رائے سے کونسل اتفاق کرتی ہے جو درج ذیل ہے۔

قصاص کے لئے تلوار کو ہتھیار کے طور پر اس لئے اختیار کیا گیا تھا کہ یہ مجرم کی جان لینے میں تیز تر تھی، اس سے مجرم کو کم از کم تکلیف ہوتی ہے، اگر اس سے تیز تر آلہ پایا جائے، مثلاً الیکٹرک چیئر یا گلوٹین، تو اس کے ذریعے سزائے موت دینا جائز ہے۔ (57)

تجویز/ترمیم: مذکورہ دفعہ میں مجرم کو لٹکا کر سزائے موت دینا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ اس سلسلے میں نظریاتی کونسل نے بھی یہی رائے دی ہے کہ جان لینے کے لئے تیز تر ذریعے کو استعمال کیا جائے۔ لہٰذا اس دفعہ میں مناسب ترمیم کی جانی چاہئے۔

خلاصہ بحث

زیر نظر مقالہ میں پاکستان میں مروج ضابطہ فوجداری کی چند دفعات کا تحقیقی جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان میں جو دفعات اسلامی تعلیمات کے خلاف نہیں ہیں، انہیں اسی طرح رہنے دیا گیا ہے اور جو دفعہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، اسے حذف کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ راقم السطور کی رائے میں موجودہ

ضابطہ فوجداری کا اکثر حصہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ یہ ضابطہ اسلامی نظام عدالت ہی سے ماخوذ ہے تو بے جانہ ہوگا۔ صرف نام اور شکل تبدیل کر کے انگریزی سامراج نے اسے اپنا کارنامہ قرار دینے کی سعی کی ہے۔ دراصل یہ اسلام ضابطہ فوجداری کی ہی ایک تبدیل شدہ شکل ہے۔ ملک عزیز پاکستان میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ قرآن وحدیث کے فراہم کردہ عدالتی نظام سے استفادہ کرتے ہوئے ایسا جامع اور موثر نظام تشکیل دیا جائے جس کے تحت ہر متاثر شدہ فرد اپنے فریق مخالف کی طاقت اور اثر ورسوخ سے محفوظ و مامون رہ کر کم سے کم عرصے میں عدل وانصاف حاصل کر سکے۔ یہ کام تفصیلی ریسرچ کا متقاضی ہے اور اس سلسلے میں کم ترین وقت میں عدل وانصاف پر مبنی ایسے نظام عدل اور فوجداری و دیوانی ضابطوں کی تشکیل بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ مقالہ ہذا اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے تاکہ جلد حصول انصاف کو ممکن بنا کر حقوق وفرائض کا بہترین معاشرتی نظام قائم کیا جائے۔

حوالہ جات وحواشی

1) مسلم بن حجاج (م۔ 261ھ/ 874ء)، الجامع الصحیح، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان، رقم الحدیث: 78، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1410ھ/ 1990ء

2) خصافؒ: احمد بن عمر، ابوبکر: (م۔ 261ھ/ 874ء): ادب القاضی: ج 2، ص 317، مطبعۃ الارشاد، بغداد، طبعۃ الاولی، 1397ھ/ 1977ء

3) حوالہ سابق: ص 318

4) ابن مازہ بخاری، عمر بن عبدالعزیز: (م۔ 536ھ/ 1141ء): شرح ادب القاضی، ج 2، ص 317، مطبعۃ الارشاد، بغداد، س ن

5) حوالہ سابق

6) حوالہ سابق: ص 317

7) حوالہ سابق

8) فیروز الدین، مولوی: فیروز اللغات، ص 954، فیروز سنز لاہور، س ن

9) Shorter Oxford English Dictionary, P-118, Oxford At the clavendon press, 1964 AD / 1384 AH, Third Eidtion

10) Advanced Learner`s Encyclopaedic Dictionary, P-52, Oxford university press, 1994 AD / 1405 AH

11) Webster New Collegiate Dictionary, P-712, G & C Merrian Company, Springfield Massachussets, USA

12) AS. Oppe: Whartion's Law Lexicon, P-92, Sweet & Maxwell Ltd, London, 14th Edition, / 1976

13) تنزیل الرحمٰن: قانونی لغت، ص 53، پی ایل ڈی پبلشرز، نابھا روڈ لاہور، ط: بارھویں، 1429ھ/ 2008ء

14) Mazhar Nizami: Commentary on Cr.PC. P-71, PLD Publishers, Lahore, 1429 AH/2008AD

15) Ibid

16) خصافؒ: ادب القاضی: ج 2، ص 378

17) حوالہ سابق

18) حوالہ سابق: ص 378

19) حوالہ سابق

20) حوالہ سابق: ص 379

21) حوالہ سابق: ص 381

22) حوالہ سابق: ص 380

23) ابن مازہ بخاریؒ: شرح ادب القاضی: ج 2، ص 338-337

24) جائزہ رپورٹ ضابطہ فوجداری: (1316ھ/ 1898ء) ملاحظات، مجوزہ ترامیم، ص 55، اسلامی نظریاتی کونسل حکومت پاکستان، اسلام آباد، 1421ھ/ 2000ء

25) سرخسی، محمد بن احمد: (م ـ 490ھ/ 1096ء): المبسوط، ج 16، ص 81، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، س ن

26) خصاف، ادب القاضی: ج 1، ص 355

27) حمیداللہ، ڈاکٹر: نگارشات ڈاکٹر محمد حمیداللہؒ، مرتب: محمد عالم مختار حق، ج 2، ص 279، بیکن بک، گلگشت، ملتان 1428ھ/ 2007ء

http://www.alqalamjournalpu.com/

28) حوالہ سابق: ص295

29) حوالہ سابق

30) محمد غزالی، ابو حامد: (م۔ 505ھ/ 1111ء): احیاء علوم الدین، ج 2، ص 324، دارالمعرفۃ بیروت، س ن

ii) محمود احمد غازی، ڈاکٹر: ادب القاضی، ص 386، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ط سوم، 1420ھ/ 1999ء

31) ابن مازہ بخاری، شرح ادب القاضی، ج4، ص73

32) سرخسی: المبسوط، ج16، ص107

33) حوالہ سابق: ص106

34) ترمذی: محمد بن عیسیٰ، ابو عیسیٰ: (م۔ 279ھ/ 892ء): السنن، کتاب الاحکام، باب ماجآء فی ان البینۃ علی المدعی، رقم الحدیث: 1342، مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی مصر، الطبعۃ الثانیۃ، 1395ھ/ 1975ء

35) کاسانی، علاء الدین ابی بکر بن مسعود: (م۔ 587ھ/ 1191ء): البدائع الصنائع، ج 7، ص 6، دارالکتب العلمیۃ بیروت، طبعۃ الثانیۃ، 1406ھ/ 1986ء

36) حوالہ سابق: ج7، ص 13-12

37) زیدان، عبدالکریم، سید: نظام القضاء فی الشریعۃ الاسلامیہ، ص 258، موسسۃ الرسالۃ بیروت، 1410ھ/ 1989ء

38) لجنۃ مکونۃ من عدۃ علماء وفقہاء فی الخلافۃ العثمانیۃ، مجلۃ الاحکام العدلیۃ: المادہ: 1830، نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراتشی، س ن

39) حوالہ سابق: المادہ: 1831

40) حوالہ سابق: المادہ: 1833

41) قرآن کریم: بنی اسرائیل 70:17

42) مسلم: الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 1955، داراحیاء التراث العربی بیروت، 1410ھ/ 1990ء

43) احمد فتحی بہنسی، ڈاکٹر: القصاص فی الفقہ الاسلامی، مترجم (اردو): سید عبدالرحمن بخاری، ص 309، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، نسبت روڈ لاہور، ط: دوم، س ن

(44) ابن ماجہ، محمد بن یزید: (م۔ 273ھ/ 886ء): السنن، کتاب الدیات، باب لاقود الا بالسیف، رقم الحدیث: 2667، دار احیاء الکتب العربیہ، رقم الحدیث: 3112، فیصل عیسیٰ البابی الحلبی، س ن

(45) صنعانی، عبدالرزاق: (م۔ 211ھ/ 826ء): المصنف، کتاب العقول، باب عمد السلاح، رقم الحدیث: 17179، المکتب الاسلامی بیروت، طبعۃ الثانیۃ، 1403ھ/

(46) دارقطنی، علی بن عمر: (م، 1385ھ/ 995ء): سنن دارقطنی، کتاب الدیات والحدود، باب لاقود الا بسلاح، موسسۃ الرسالۃ بیروت، طبعۃ الاولی، 1424ھ/ 2004ء

(47) احمد فتحی، بہنسی، ڈاکٹر: القصاص فی الفقہ الاسلامی، مترجم (اردو): سید عبدالرحمٰن بخاری، ص 308، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، نسبت روڈ لاہور، ط: دوم، س ن

(48) محمد میاں صدیقی: قصاص و دیت، ص 195، ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ط: پنجم، 1996ء/ 1471ھ

(49) حوالہ سابق

(50) احمد بہنسی: القصاص فی الفقہ الاسلامی، ص 313

(51) محمد غزالی، ابو حامد: (م۔ 505ھ/ 1111ء): المستصفیٰ، ص 287، مطبعہ امیریہ، مصر، 1294ھ/ 1877ء

(52) الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، ابو اسحاق: (م۔ 790ھ/ 1388ء): الموافقات فی اصول الشریعۃ، ج 2، ص 20، دار ابن عفان، طبعۃ الاولی، 1417ھ/ 1997

(53) کاسانی: بدائع الصنائع، ج 7، ص 60

(54) حوالہ سابق

(55) عبدالقادر عودہ: تشریع الجنائی الاسلامی، ج 1، ص 611، دار الکاتب العربی، بیروت، س ن

(56) حوالہ سابق: ج 1، ص 609

(57) رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل: (بابت سال: 07-2006) ص 257، حکومت پاکستان، اسلام آباد

☆☆☆☆☆

http://www.alqalamjournalpu.com/